فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عیدین کی نماز کب ادا کرنی چاہیے؟

جواب: عیدین کی نماز کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر زوال سے پہلے تک رہتا ہے، عیدین کو اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔

سوال: عید کی نماز کہاں ادا کرنی چاہیے؟

جواب: مسنون یہ ہے کہ عید کی نماز آبادی سے باہر عید گاہ میں ادا کرنی چاہیے، البتہ اگر مسجد میں ادا کر لی جائے، تو جائز ہے۔

سوال: کیا عیدین کا غسل مسنون ہے؟

جواب: عیدین کا غسل مستحب ہے۔

❁ زاذان ابو عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَنِ الْغُسْلِ، قَالَ : اغْتَسِلْ كُلَّ يَوْمٍ إِنْ شِئْتَ، فَقَالَ : لَا، الْغُسْلُ الَّذِي هُوَ الْغُسْلُ، قَالَ : يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمَ عَرَفَةَ، وَيَوْمَ النَّحْرِ، وَيَوْمَ الْفِطْرِ.

''ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: چاہو تو ہر روز غسل کر لیا کرو۔ اس نے عرض کیا: نہیں، وہ غسل جو شرعی

غسل ہے۔فرمایا: جمعہ کے دن،عرفہ کے دن،قربانی کے دن اورعید الفطر کے دن۔‘‘(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 278/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے:

’’سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی والے دن عیدگاہ جانے سے پہلے غسل فرماتے تھے۔‘‘

(المؤطّأ للإمام مالك : 177/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: عید کی نماز میں تکبیرات زوائد کتنی ہیں؟

جواب: عید کی نماز میں زوائد تکبیرات بارہ ہیں، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔تمام تکبیرات سورت فاتحہ کی قرأت سے پہلے کہی جائیں گی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيدِ يَوْمَ الْفِطْرِ سَبْعًا فِي الْأُولٰى وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ سِوٰى تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ .

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت پانچ تکبیرات کہیں۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 180/2، سنن أبي داوٗد : 1151-1152، سنن ابن ماجه : 1278، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۶۲) نے ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّحَهٗ أَحْمَدُ وَعَلِيٌّ وَّالْبُخَارِيُّ .

''اس حدیث کو امام احمد، امام علی ابن المدینی اور امام بخاری رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 84/2، ح :691)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهٗ كَبَّرَ فِي الْعِيدَيْنِ سَبْعًا فِي الْأُولٰى وَخَمْسًا فِي الثَّانِيَةِ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ حِسَانٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی حسن سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے عیدین کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : 37/16)

عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی جمہور محدثین کے نزدیک ''موثق، حسن الحدیث'' ہے۔

❁ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا .

''ہمارا (اہل مدینہ کا) بھی یہی مذہب ہے۔''

(مؤطإ الإمام مالك :180/1)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنَا أَذْهَبُ إِلٰى هٰذَا.

''میرا بھی یہی مذہب ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 180/2، ح : 6688)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَيْرِهِمْ، ...... وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَبِهٖ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

''بعض اہل علم صحابہ اور تابعین کا اسی پر عمل ہے۔......اہل مدینہ کا بھی یہی مذہب ہے، نیز امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق ﷭ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 536)

❁ *سیدنا عبداللہ بن عمر ﷠ فرماتے ہیں:*

التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ سَبْعٌ وَخَمْسٌ .

''عیدین کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں ہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 174/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ *نافع مولی ابن عمر ؒ بیان کرتے ہیں:*

شَهِدْتُ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرَ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَكَبَّرَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَ ةِ، وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسَ تَكْبِيرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَ ةِ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ ؓ کے ساتھ عید الاضحیٰ اور عید الفطر ادا کیں، آپ ؓ نے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیرات کہی۔''

(مؤطإ الإمام مالك : 180/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عمار بن ابی عمار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، كَبَّرَ فِي عِيدٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ تَكْبِيرَةً، سَبْعًا فِي الْأُولٰى، وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ .

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عید کی نماز میں بارہ تکبیرات کہیں، یعنی سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 176/2، أحكام العيدين للفِريابي : 126-130، وسندهٗ صحيحٌ، لهٗ شواهد كثيرة)

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے چھ تکبیرات بھی ثابت ہیں۔

(مصنّف عبد الرزاق : 5689، ومصنّف ابن أبي شيبة : 173/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ولید بن مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ : كَمْ يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ؟ فَقَالَ : سَبْعَ وَخَمْسَ، سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ : إِنَّ السُّنَّةَ مَضَتْ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ أَنْ يُكَبِّرَ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ فِي الْأُولٰى ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعَ، ثُمَّ يَسْجُدُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ يَقْرَأُ فَيُكَبِّرُ وَيَسْجُدُ .

''میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے عرض کیا: نماز عید میں کتنی تکبیرات کہی جائیں گی؟ فرمایا: سات اور پانچ۔ میں نے امام زہری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک نماز عید میں سنت یہ ہے کہ (ہر نمازی) پہلی رکعت میں سات تکبیرات کہے، پھر قرأت کرے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے، پھر (دوسری رکعت کے

لیے) کھڑا ہو اور پانچ تکبیرات کہے، پھر قرأت کرے اور تکبیر کہے (رکوع کرے) اور سجدہ کرے۔''

(أحكام العيدين للفِريابي : 107، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عمرو بن مہاجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَانَ يُكَبِّرُ يَوْمَ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ سَبْعًا وَخَمْسًا، يَبْدَأُ بِالتَّكْبِيرِ قَبْلَ الْقِرَاءَ ةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَمِيعًا .

''امام عمر بن عبد العزیز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سات اور پانچ تکبیرات کہا کرتے تھے، دونوں رکعتوں میں قرأت سے پہلے ہی تکبیرات کہا کرتے تھے۔''

(أحكام العيدين للفريابي : 116، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عبیداللہ بن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰى بِنَا أَمِيرُ الْأُمَرَاءِ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَالْتَفَتَ إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهٗ عَنِ التَّكْبِيرِ فَقَالَ : كَبِّرْ سَبْعًا فِي الْأُولٰى، وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ، وَخَالِفْ بَيْنَ الْقِرَاءَ تَيْنِ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : هٰذِهِ السُّنَّةُ عِنْدَنَا، وَقَالَ وُهَيْبٌ : قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : هٰذِهِ السُّنَّةُ عِنْدَنَا .

''ہمیں امیر الامرا نے عید کی نماز پڑھائی، امیر نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر کی طرف دیکھا اور تکبیرات کے متعلق پوچھا، تو امام عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ، نیز دونوں

رکعتوں میں قرأت سے پہلے تکبیرات کہیں۔ راوی عبید اللہ بن عمر عمری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمارے ہاں یہی عمل رائج ہے۔ راویٔ حدیث وہیب رحمہ اللہ کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارا اسی طریقہ پر عمل ہے۔''

(أحكام العيدين للفريابي : 119، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَبِّرْ سَبْعًا فِي الْأُولٰى، وَاقْرَأْ فِيهَا بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَكَبِّرْ فِي الْآخِرَةِ خَمْسًا .

''پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور سورت اعلیٰ کی قرأت کریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں۔''

(أحكام العيدين للفريابي :121، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ برد بن سنان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ مَكْحُولٌ يَقُولُ فِي الصَّلَاةِ فِي الْعِيدَيْنِ، يُكَبِّرُ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ خَمْسَ تَكْبِيرَاتٍ، ثُمَّ يَقْرَأُ .

''امام مکحول رحمہ اللہ نماز عیدین (کی پہلی رکعت) میں سات تکبیریں کہتے، پھر قرأت کرتے، پھر (دوسری رکعت میں) پانچ تکبریں کہتے اور قرأت کرتے۔''

(أحكام العيدين للفريابي : 122، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ:

عیدین میں چھ تکبیرات بھی ثابت ہیں۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 345/4، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: عیدین سے پہلے نوافل کا کیا حکم ہے؟

جواب: عیدین سے پہلے نوافل نہیں۔

سوال: چاندرات کی نماز کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات عبادت کے ساتھ خاص کرنا ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے۔ اس بارے میں پیش کردہ تمام روایات ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں۔

سوال: کیا ڈوب کر فوت ہونے والا شہید ہے؟

جواب: ڈوب کر فوت ہونے والا حکمی شہید ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ، الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''شہید پانچ قسم کے ہیں؛ ① طاعون سے فوت ہونے والا ② پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہونے والا ③ ڈوب کر فوت ہو جانے والا ④ دب کر فوت ہو جانے والا ⑤ اللہ کی راہ میں کٹ جانے والا۔''

(صحيح البخاري : 2829، صحيح مسلم : 1914)

سوال: غزوہ ہند کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ، عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ مَعَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے محفوظ رکھے گا، ایک وہ، جو

غزوہ ہند کرے گا اور دوسرا، جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر (دجال کے خلاف) جہاد کرے گا۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 73/6، الجهاد لابن أبي عاصم : 288، وسندهٗ حسنٌ)

ہند وسیع وعریض رقبہ پر پھیلا ہوا ہے، جس میں بھارت، پاکستان اور افغانستان وغیرہ شامل ہیں۔ جب کبھی بھارت اور پاکستان کے حالات میں کشیدگی آتی ہے، تو یہ حدیث ان حالات پر چسپاں کر دی جاتی ہے۔ یہ حدیث کی معنوی تحریف ہے۔

غزوہ ہند کے حوالے سے شارحین حدیث نے کچھ واضح نہیں کیا، البتہ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ غزوہ ہند بنو امیہ کے دور میں ہو چکا ہے۔

رہا مسئلہ عیسیٰ علیہ السلام کے جہاد کا، تو وہ قرب قیامت دجال کے خلاف ہوگا۔

اس حدیث میں جن دو غزوات کا ذکر ہے، وہ تلواروں اور نیزوں سے لڑے جائیں گے، نہ کہ توپوں اور ٹینکوں سے۔

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُرِيهِمْ دَمَهٗ فِي حَرْبَتِهٖ .

''اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے نیزے پر دجال کا خون لوگوں کو دکھائے گا۔''

(صحيح مسلم : 2897)

سوال: گانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گانے میں شہوانی جذبات اُبھریں یا آلات موسیقی کے ساتھ گایا جائے یا گانے والی عورت ہو، تو گانا گانا اور سننا حرام ہے۔ البتہ اگر فحش گانا نہ ہو، آلات موسیقی کا استعمال نہ ہو، تو گانا گایا یا سنا جا سکتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ کے سامنے عید کے موقع پر انصار کی دو بچیوں نے گیت گائے، بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روکنا چاہا، تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہیں گانے دیجئے، ہر قوم کا (مذہبی) تہوار ہوتا ہے، آج ہمارا تہوار ہے۔

(صحيح البخاري: 952، صحيح مسلم: 892)

اسی طرح اچھے اشعار ترنم اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھے یا سنے جا سکتے ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ يُقَالُ لَهٗ أَنْجَشَةُ، وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ، لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ .

''نبی کریم ﷺ کا ایک حدی خواں تھا، جس کا نام انجشہ تھا، اس کی خوبصورت آواز تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: انجشہ! خیال سے، (اپنے اشعار سے) شیشیاں (کجاؤں میں موجود کمزور عورتوں کو) توڑ نہ دینا۔''

(صحيح البخاري :6211، صحيح مسلم: 2323)

انجشہ مخصوص اشعار ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے، جنہیں سن کر اونٹ تیز چلتے تھے، نبی کریم ﷺ نے کمزور عورتوں کا خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ان شیشی نما کمزور خواتین کو چور چور نہ کر دینا، ذرا اشعار نرمی سے پڑھیے، تا کہ اونٹ زیادہ تیز نہ چلیں۔

آلات موسیقی بالا جماع ممنوع و حرام ہیں، کسی دین میں جائز نہیں رہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

(لقمان : 6)

''بعض لوگ آلات موسیقی کے شوقین ہیں، تا کہ بغیر علم کے اللہ کے رستے سے بھٹکائیں اور اس کی آیات سے ٹھٹھا اور مذاق کریں، ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

❁ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میری امت کے کچھ لوگ زنا، (مردوں کے لیے) ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔''

(صحيح البخاري : 5590)

❁ علامہ غانم بن محمد حنفی رحمہ اللہ (۱۰۳۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهَا كَبِيرَةٌ فِي الْأَدْيَانِ كُلِّهَا .

''آلات موسیقی تمام ادیان میں کبیرہ گناہ ہیں۔''

(مَجمع الضّمانات، ص 132)

❁ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں ہے:

''سماع، قوالی اور رقص، جو ہمارے زمانے کے صوفیا کرتے ہیں، حرام ہیں، ان مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور ان میں بیٹھنا جائز نہیں۔ قوالی، گانا اور موسیقی کا حکم ایک ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:352/5، فتاویٰ شامی:349/6)

❁ علامہ حصکفی حنفی (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمَلَاهِيَ كُلَّهَا حَرَامٌ.

''گانے بجانے کے تمام آلات حرام ہیں۔''

(الدرّ المُختار، ص 652)

(سوال): کیا مصافحہ کرنا مسنون ہے؟

(جواب): امت کا اجماع ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے۔

❁ قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

قَالَ: نَعَمْ.

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مصافحہ (پر عمل) تھا؟ تو فرمایا: جی ہاں!''

(صحيح البخاري: 6263)

❁ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں ان کی توبہ کا ذکر ہے، مروی ہے، فرماتے ہیں: سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے، مجھ سے مصافحہ کیا، مجھے مبارک باد پیش کی اور خوشخبری دی۔

(صحيح البخاري: 4418؛ صحيح مسلم: 2769)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب اہل یمن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کے ہاں اہل یمن آ رہے ہیں، یہ سب سے بڑھ کر نرم طبیعت لوگ ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں، جو سب سے پہلے مصافحہ لے کر آئے۔ (یعنی مصافحہ والی مبارک سنت ان سے جاری ہوئی)۔

(مسند الإمام أحمد : 212/3، سنن أبي داوٗد : 2013، وسندہٗ صحیحٌ)

مسند الامام احمد (212/3) میں اس کے قائل سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔

(سوال): قضائے حاجت کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنے کا جواز اس صورت میں ہے، جب سامنے کوئی اوٹ، دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اس مسئلہ میں مختلف احادیث وارد ہیں۔ اکثر محدثین قبلہ کی طرف کر کے پیشاب کرنے کے بارے میں ممانعت والی روایات کو فضا اور صحرا پر محمول کرتے ہیں کہ پردہ یا اوٹ ہو، تو جائز ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہو، کیوں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا ثابت ہے۔

❁ شارحِ صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) اس مسئلہ میں مذہبِ علما ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جو احادیث قبلہ رخ پیشاب کرنے کی ممانعت میں آئیں ہیں، انہیں صحرا پر محمول کریں گے اور یہ بات علمائے کرام کے ہاں طے ہے کہ جب جمع و تطبیق ممکن ہو، ترجیح پر عمل نہیں کیا جا سکتا، بل کہ جمع و توفیق اور تمام احادیث پر عمل واجب ہو گا۔ اس مسئلہ میں جمع و توفیق ممکن ہے، لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔ علمائے کرام نے صحرا اور عمارتوں میں اس لحاظ سے بھی فرق کیا ہے کہ عمارتوں میں قبلہ رخ نہ ہونے کا کہا جائے تو اس سے مشقت لاحق ہو گی، جب کہ صحرا میں ایسا کچھ نہیں ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 155/3)

❁ شارحِ بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَ الْبُنْيَانِ وَالصَّحْرَاءِ مُطْلَقًا قَالَ الْجُمْهُورُ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَإِسْحَاقَ وَهُوَ أَعْدَلُ الْأَقْوَالِ لِإِعْمَالِهِ جَمِيعَ الْأَدِلَّةِ .

''پیشاب کرتے وقت قبلہ رخ ہونے کے حوالے سے عمارت اور صحرا میں فرق جمہور کا موقف ہے۔ امام مالک، شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ نیز تمام دلائل پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے۔''

(فتح الباري :246/1)

سوال: نفل نماز میں استقبال قبلہ کا حکم کیا ہے؟

جواب: نفل نماز اگر سواری پر ادا کی جائے، تو استقبال قبلہ واجب نہیں، بلکہ سواری کا رخ جدھر بھی ہو، جائز ہے اور اگر نفل نماز سواری کے علاوہ زمین پر ادا کی جائے، تو اس کے لیے استقبال قبلہ واجب ہے، جان بوجھ کر استقبال قبلہ ترک کرنا جائز نہیں۔

سوال: قدریہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گمراہ اور باطل فرقوں میں سے ایک ''قدریہ'' ہے۔ یہ تقدیر کے منکر ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ انسان اپنے اعمال میں کامل قدرت رکھتا ہے، گویا انسان کوئی برائی کرنا چاہے، تو اللہ تعالیٰ اسے نہیں روک سکتا، یا وہ اچھائی کرے، تو اپنی کامل قدرت سے کرتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل نہیں۔ وغیرہ وغیرہ

یہ گمراہی پر مبنی نظریہ ہے۔ تقدیر کا انکار کفر ہے، یہ ارکان ایمان میں سے ہے۔

❀ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ ارْفُضُوهُنَّ : سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ .

''تین کام چھوڑ دیجئے، اصحاب محمد ﷺ کو برا بھلا کہنا، ستاروں میں غور وفکر اور تقدیر میں غور وخوض۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد بن حنّبل : 19، وسندهٗ حسنٌ)

❀ **زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

مَنْ كَذَّبَ بِالْقَدَرِ، فَقَدْ جَحَدَ قُدْرَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''جس نے تقدیر کو جھٹلایا، اس نے اللہ کی قدرت کا انکار کر دیا۔''

(القدر للفِريابي : 207، وسندهٗ حسنٌ)

❀ **عثمان بتی رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

''میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس آیا، آپ نے مجھ سے پوچھا: لوگ تقدیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ مجھ سے کوئی جواب نہ بن پایا، آپ نے زمین سے کچھ اٹھایا اور فرمایا: میں اپنی بات پر اتنا بھی نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے کوئی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے اپنی طاقت اور رضا والے کاموں کی توفیق دیتا ہے اور جب کسی بندے سے کوئی اور ارادہ کرتا ہے، تو اس پر حجت قائم کر کے عذاب سے دوچار کرتا دیتا ہے اور اللہ ظالم بھی نہیں ہوتا۔''

(القدر للفِريابي :411، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): بندر کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): بندر کا جھوٹا ناپاک ہے، کیونکہ بندر حرام درندہ ہے۔

(سوال): قرض لینے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جائز ضرورت کے لیے قرض لینا مباح ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی قرض لے لیا کرتے تھے۔ نیز قرض کے غلبہ سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

❀ رسول اللہ ﷺ جن چیزوں سے پناہ طلب کرتے، ان میں یہ بھی تھا:

...... ضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ .

''قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے پناہ چاہتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 2893)

(سوال): مقروض کو مہلت دینے کیا فضیلت ہے؟

(جواب): سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ غَرِيمِهِ، أَوْ مَحَا عَنْهُ، كَانَ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''مقروض سے نرمی برتنے یا اس کا قرض معاف کر دینے والا روز قیامت عرش کے سائے میں ہوگا۔''

(سنن الدّارمي :2631، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ''مکر'' کی صفت ثابت ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے لیے ''مکر'' کی صفت ثابت ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (آل عمران : ٥٤)

''ان کفار نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا، اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر مکر کرنے والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۞ وَأَكِيدُ كَيْدًا﴾(الطّارق : ١٥-١٦)

''وہ کید و مکر کر رہے ہیں، میں بھی کید و مکر کر رہا ہوں۔''

یاد رہے کہ یہ صفات (مکر و کید) اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقتاً ثابت ہیں، لیکن اللہ نے صرف انہیں مقابلتاً ثابت کیا ہے، لہٰذا ان کو مطلق طور پر ثابت کرنا درست نہیں، نہ ہی ان سے اللہ کا نام مشتق کیا جا سکتا ہے، ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہے، کیونکہ یہ افعال مطلق طور پر قابل تعریف نہیں ہیں، بلکہ صرف حق و عدل کے قیام اور ظلم و جور کے خاتمے کے لیے قابل مدح ہیں۔

۞ حسن بصری رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾(النساء: ١٤٢)''منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ ان کو دھوکا دے گا۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''مومن اور منافق دونوں کو روز قیامت نور دیا جائے گا، جس کی روشنی میں وہ چلیں گے، جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے، مومنوں کا نور برقرار رہے گا، جبکہ منافقوں کا بجھا دیا جائے گا، پھر وہ مومنوں کو پکاریں گے، کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ مومن جواب دیں گے، کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنی جانوں کو آزمائش میں ڈالا، انتظار کرتے رہے، شک میں پڑے رہے، تم کو امیدوں نے دھوکا دیا حتی کہ اللہ کا حکم (موت) آ گیا اور شیطان نے تمہیں دھوکا دے دیا، یہی اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ دھوکہ ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 6138، وسندهٗ صحيح)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ سے ٹوپی پہننا ثابت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے ٹوپی پہننا ثابت نہیں۔

سوال: ''قلہ'' کیا ہے؟

جواب: قلہ مٹکے کو کہتے ہیں۔

❁ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْقُلَّةُ هِيَ الْجَرَادُ، وَالْقُلَّةُ الَّتِي يُسْتَقٰى فِيهَا .

''قلہ مٹکے کو کہتے ہیں، جس میں پانی پلایا جاتا ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 67، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْقُلَّةُ فِي اللُّغَةِ : اَلْجَرَّةُ الْعَظِيمَةُ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ، لِأَنَّ الرَّجُلَ الْعَظِيمَ يَقِلُّهَا بِيَدَيْهِ، أَيْ يَرْفَعُهَا .

''لغت میں قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں، اسے قلہ اس لیے کہتے ہیں کہ ایک طاقتور آدمی ہی اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا سکتا ہے۔''

(تحرير ألفاظ التنبيه، ص 132، الإيجاز في شرح أبي داود، ص 283)

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... إِنَّ جَعْلَهٗ مُقَدَّرًا بِعَدَدٍ مِّنْهَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ أَشَارَ إِلٰى أَكْبَرِهَا؛ لِأَنَّهٗ لَا فَائِدَةَ بِتَقْدِيرِهٖ بِقُلَّتَيْنِ صَغِيرَتَيْنِ، وَهُوَ يُقَدَّرُ عَلٰى تَقْدِيرِهٖ بِوَاحِدَةٍ كَبِيرَةٍ .

وَالْجَوَابُ الثَّانِي : أَنَّهٗ قَدْ وَرَدَ تَقْدِيرُهٗ بِقِلَالِ هَجَرَ، وَهِيَ

مَعْلُومَةٌ، وَلِهٰذَا ذَكَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِضِ التَّعْرِيفِ لَمَّا ذَكَرَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَلَا يُعَرَّفُ إِلَّا بِمَعْرُوفٍ .

''.....قلوں (مٹکوں) کو (دو کے) عدد کے ساتھ خاص کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بڑے قلوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ورنہ تو دو چھوٹے قلے کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا، بلکہ ایک بڑا قلہ ہی کہہ دیا جاتا۔

دوسرا جواب: قلوں کو قبیلہ ہجر کے مٹکوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ معروف ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے جب سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا، تو (اس کے بیر کو) قبیلہ ہجر کے مٹکے کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور تشبیہ معروف چیز کی ہی دی جاتی ہے۔''

(شرح الإلمام بأحاديث الأحكام :185/1)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، قَالُوا : إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ رِيحُهٗ أَوْ طَعْمُهٗ، وَقَالُوا : يَكُونُ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ قِرَبٍ .

''امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جب پانی دو قلے ہو، تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، جب تک اس کی بو یا ذائقہ نہ بدلے، نیز کہتے ہیں کہ دو قلے تقریبا پانچ مشکیزوں کے برابر ہیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 67)

سوال: جوا کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جوا کھیلنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، عربی میں اسے ''قمار'' کہتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ : وَاللَّاتِ وَالعُزّٰى، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ .

''جو شخص قسم کھائے اور کہے کہ لات و عزی کی قسم! تو اسے «لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہنا چاہیے اور جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے: آؤ جوا کھیلیں، تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔''

(صحيح البخاري : 4860، صحيح مسلم : 1647)

(سوال): روایت: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا بلحاظ سند کیسی ہے؟

(جواب): سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا .

''مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا۔''

(سنن ابن ماجه : 229)

سند ضعیف ہے۔ عبد الرحمٰن بن زیاد افریقی سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ اس حدیث کی سند کو حافظ عراقی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔

(تخريج أحاديث الاحياء : 11/1)

(سوال): روایت: ''میری امت میں سے جس نے چالیس احادیث حفظ کیں، وہ روزِ قیامت اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ عالم اور فقیہ ہوگا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): روایت ثابت نہیں، اس کی کئی سندیں ہیں، ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ (۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضِعَافٌ، وَلَا يَثْبُتُ مِنْهَا شَيْءٌ .

''ساری کی ساری سندیں ضعیف ہیں، ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(العلل الواردة في الأحاديث النبوية : 959)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ وَإِنْ كَثُرَتْ طُرُقُهٗ .

''محدثین کا اتفاق ہے کہ کئی سندیں ہونے کے باوجود یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(الأربعون النووية، ص 38)

(سوال): روایت: عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ ''میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہیں۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): بے سند و بے اصل روایت ہے۔